مصطفیٰ زیدی کی شاعری میں اداسی، غم اور تنہائی کا نفسیاتی پسِ منظر

The Psychological Background of Sadness, Grief and Loneliness in the Poetry of Mustafa Zaidi

محمد صابر

پی۔ایچ۔ڈی سکالر شعبہ اُردو، جامعہ ہزارہ مانسہرہ

ڈاکٹر محمد الطاف یوسفزئی

صدر شعبہ اُردو، جامعہ ہزارہ مانسہرہ

Abstract

The poetry of Mustafa Zaidi delves deep into the intricate realms of human emotion, exploring the profound psychological aspects of grief, loneliness, and sadness. This article explores how Zaidi's poetic works serve as a poignant reflection of the human psyche, providing a unique insight into the complex interplay of these emotions in the context of personal and universal experiences.

کلیدی الفاظ۔ سہیل احمد خان، قبائے ساز، شہر آذر، کوہ ندا

برصغیر پاک وہند کی تاریخ اس چیز کی گواہ ہے کہ یہاں کے باشندوں نے اس خطے کی شکست وریخت اور سیاسی انتشار کو نہ صرف دیکھا بلکہ ان کی زندگیوں پر اس کے گہرے اثرات بھی مرتب ہوئے۔ یہ خطہ ہمیشہ اغیار کی مکاریوں اور اپنوں کی غداریوں کی وجہ سے سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی مسائل کا شکار رہا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں یہاں کے ادیب، شعرا اور فن کار براہِ راست اس سے متاثر ہوئے اور ہر شاعر اور ادیب نے اس دور اور بعد کے حالات کی عکاسی اپنے فن پاروں کے ذریعے کسی نہ کسی صورت میں اپنے شاعرانہ تخیل اور احساس کے تحت کی۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "خیال بجائے خود شاعرانہ نہیں ہوتا بلکہ شاعر کا خصوصی ادراک، اس کے جذبے کی شدت اور فنکار کی قوت متخیلہ، خیال میں شعریت پیدا کرتے ہیں۔ شاعر کے خارجی ماحول میں جو صورتِ حالات اس کے باطن میں جو تموج محسوس ہوتا ہے وہ انوکھے تال میل کے ساتھ شاعرانہ خیال کا باعث بنتا ہے"۔

اپنے عہد کے سیاسی، معاشی، سماجی اور اخلاقی حالات کی وجہ سے انتشار کے شکار معاشرے کی عکاسی ہر دور کے شاعر نے اپنے انداز سے کی ہے۔ مصطفی زیدی کا شمار بھی ایسے شعراء میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی شاعری کے ہفت رنگوں سے لاکھوں قارئین کو متاثر کیا۔ بظاہر تو وہ ایک رومانوی شاعر نظر آتے ہیں مگر ان کی شخصیت کی جذباتی پیچیدگیوں، نفسیاتی الجھنوں اور حالات زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے معاشرتی مسائل کو جوں کا توں بیان نہیں کیا بلکہ ان کے ہاں فکر ملتی ہے، یوں مصطفی زیدی اپنی اقدار کی شکست وریخت پر نوحہ خوانی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مصطفی زیدی پر بہت سے لوگوں نے لکھا اور ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا مگر ان میں اکثریت نے ان کی جمال پرستی اور رومانیت کو موضوع بنایا۔ مصطفی زیدی کی زندگی کے کئی دیگر پہلو بھی ہیں۔ زیدی کا دور ایک ایسا دور تھا جس میں داخلی اور خارجی دونوں لحاظ سے پورا معاشرہ مختلف طرح کے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایسے حالات میں عشق و بغاوت جیسے تخلیقی عوامل معاشرتی اور جذباتی گھٹن سے فرار اختیار کر گئے۔ اس معاشرتی شعور کی جھلک ہمیں مصطفی زیدی کی ابتدائی نظموں میں نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں تنہائی، غم اور اداسی جیسے نفسیاتی پہلو اُن ان کی حساس طبیعت اور معاشرتی ہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر وجود میں آئے۔ تنہائی، غم، اداسی اور خوف جیسے احساسات جو معاشرتی ناانصافیوں اور انسانی رویوں وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ایک حساس شخص کے دل و دماغ کو متاثر کرتے ہیں۔

مصطفی زیدی کا عہد فیض، راشد، مجید امجد اور ناصر کاظمی جیسے جید شعرا کا دور تھا اس بھرپور فضا کے اثرات ان کی شاعری خاص کر غزلیات میں موجود ہیں۔ جس نے مصطفی زیدی کو اپنے عہد کے شعری افق سے ہم آہنگ کیا۔ ندرت بیاں اور تخیل کی بلند پروازی جیسے اوصاف نے ان کی شاعری کو چار چاند لگا دیے۔ اردو شاعری کی تاریخ میں ایسے بے شمار شعرا ہیں جن کی شاعری کے کئی رنگ ہیں ان نامور شعرا میں ایک نام مصطفی زیدی کا بھی ہے۔ مصطفی زیدی ان خوش نصیب شعرا میں سے ہیں جن کی زندگی میں ہی ان کے چاہنے والوں کا ایک وسیع حلقہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی شاعری ندرتِ خیال اور رومانیت سے بھرپور ہے۔ ان کی ہاں لطافت بھی ہے اور سلاست بھی، امید بھی ہے اور اداسی بھی۔ اداسی کی جو شکل مصطفی زیدی کی شعروں میں ملتی ہے اردو شاعری میں اس کی مثال خال خال دکھائی دیتی ہے۔ البتہ ناصر کاظمی جو کہ زیدی کے ہم عصر بھی تھے ان کے ہاں یاسیت اور اداسی کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ مصطفی زیدی کے ہاں اداسی یاسیت یا قنوطیت کا روپ نہیں دھارتی بلکہ امید کا پہلو موجود ہوتا ہے۔ اگر ظاہر کی آنکھ سے تماشہ کیا جائے تو مصطفی زیدی ہنس مکھ آدمی معلوم ہوتے ہیں اور اگر دیدہ دل واہ کیا جائے تو ان کے ہاں اداسی بال کھولے روتی نظر آتی ہے۔ نمونہ کلام کی کچھ مثالیں ملاحظہ کیجئے:

بیٹھا ہوں سیہ بخت و مکدر اسی گھر میں
اترا تھا میرا ماہ منور اسی گھر میں (۲)

مجھ کو آواز دو کہ صبح کی اوس کیا مجھے اب بھی یاد کرتی ہے
میرے گھر کی اداس چوکھٹ پر کیا کبھی چاندنی اترتی ہے (۳)

مصطفی زیدی کی اداسی کے کئی پہلو ہیں کبھی محبوب کی یاد میں اداس ہو جاتے ہیں تو کبھی لا حاصل خواہشات کی وجہ سے، کبھی ماضی کی یادوں کی وجہ سے تو کبھی وطن کی محبت میں اداس ہو جاتے ہیں۔

ایسی سونی تو کبھی شام غریباں بھی نہ تھی دل بجھے جاتے ہیں تیر گی صبح وطن (۴)

اے وطن یہ تیرا اترا ہوا چہرہ کیوں ہے طرفہ و بام شبستاں میں اندھیرا کیوں ہے
درد پلکوں سے لہو بن کے چھلکتا کیوں ہے ایک اک سانس پہ تنقید کا پہرہ کیوں ہے
کس نے ماں باپ کی سی آنکھ اٹھالی تجھ سے چھین لی کس نے تیری کان کی بالی تجھ سے (۵)

تم نے نظیری اور کہیں پہ سنی ہو گی اس نگری میں یاسناٹا ہے یا کہرام (۶)

مصطفی زیدی کے ہاں تنہائی، مایوسی اور اداسی جیسے عناصر کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ان کی شاعری کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس اداسی یا تنہائی کا ذمہ دار یا تو زمانے کو ٹھہراتے ہیں یا پھر محبوب کو جو کہ وصل کا وعدہ تو کرتا ہے مگر وفا نہیں کرتا۔

یہ تشنگیاں کل بھی تھیں اور آج بھی زیدی اس ہونٹ کا سایہ بھی میرے کام نہ آیا (۷)
میری پلکوں کے دریچے میری بنجر آنکھیں میرا اجڑا ہوا چہرہ میری پتھر آنکھیں (۸)

اداسی، تنہائی، وحشت کے گہرے اثرات کو نمایاں کرنے کے باوجود ان کی اداسی یاسیت سے فاصلے پر نظر آتی ہے۔ اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے معاشرے میں جب وہ انسان کی مجبوریاں، محرومیاں اور جبر و بربریت پر مبنی نظام میں سانس لیتے ہیں تو انہیں گھٹن کا احساس ہوتا ہے۔ چونکہ وہ خود اس ماحول کا حصہ ہیں اس لیے وہ نظام کے خلاف علم بغاوت تو بلند کرتے ہیں مگر یوں ان کی حساس طبیعت میں اداسی امڈ آتی ہے۔ "کوہِ ندا" کے دیباچے میں اس حوالے سے مصطفی زیدی لکھتے ہیں:

"روزمرہ کے ان گنت واقعات ہمارے پندار کو مجروع اور ہماری انا کو فگار کرتے رہتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں اس بات کی شعوری کوشش کی ہے کہ یہ جراحت دل پر کوئی نشان نہ چھوڑ جائے، لیکن اس عمل کے دوران جراحت کی ایک ایسی صورت پیدا ہوگئی جو ذاتی اور جذباتی ہے اور جس کا تعلق بیرونی عوامل سے کم ہے"۔ (۹)

شعلہ جس نے مجھے پھونکا میرے اندر سے اٹھا ‌ ‌ ‌ آتش حسن بھی تھی، تابش دنیا بھی مگر (۱۰)

مصطفیٰ زیدی کی شاعری میں اداسی کا نفسیاتی پہلو داخلی اور خارجی دونوں نوعیت کا ہے۔ کہیں تو ان کے اندر سے اٹھنے والی آواز انہیں اداس کر دیتی ہے اور کہیں خارجی اثرات اس کی وجہ بنتے ہیں:

کون سنتا اس بھیانک رات میں دل کی پکار ‌ ‌ ‌ میرے ہونٹوں پر میری فریاد جم کر رہ گئی
زندگی ایک وفا لڑکی کے وعدوں کی طرح ‌ ‌ ‌ آنسوؤں کے ساتھ آئی آنسوؤں میں بہ گئی (۱۱)

جب انسان کی لاحاصل خواہشات سینے میں دب کر رہ جاتی ہیں تو مایوسی کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ مصطفیٰ زیدی کی نظم "جدائی" میں اس کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے:

نگار شام غم میں تجھ سے رخصت لینے آیا ہوں ‌ ‌ ‌ گلے مل لے کہ یوں ملنے کی نوبت پھر نہ آئے گی
سر راہ جو ہم دونوں کہیں مل بھی گئے تو کیا ‌ ‌ ‌ یہ لمحے پھر نہ لوٹیں گے یہ ساحت پھر نہ آئے گی
جرس کی نغمگی آواز ماتم ہوئی جاتی ہے (۱۲)

جب انسان مایوس ہو جاتا ہے تو بعض اوقات یہ مایوسی بھیانک صورت اختیار کر جاتی ہے جہاں انسان بے زاری اور اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ زیدی بھی حالات سے تنگ آ کر آخر کار سود و زیاں سے بے بہرہ ہو کر کہنے پر مجبور ہو گئے:

اب جی حدودِ سود و زیاں سے گزر گیا ‌ ‌ ‌ اچھا وہی رہا جو جوانی میں مر گیا (۱۳)

اداسی کے مایوس کر دینے والے اثرات نفسیاتی طور پر انسان کو دکھ، درد اور غم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مصطفیٰ زیدی کے ہاں ہمیں غم دوراں اور غم جاناں کا سنگم نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں ہمیں محبوب سے جدائی کا غم بھی نظر آتا ہے اور ہجرت کے باعث ماضی کی یادیں بھی انہیں تڑپاتی ہیں، وطن کی محبت میں بھی غم زدہ ہوتے ہیں اور بھائی کی موت پر نوحہ خوانی کرتے بھی نظر آتے ہیں، دم توڑتی ہوئی روایات اور سامراجی نظام پر بھی ماتم کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ان کی شاعری کا ایک بڑا حصہ دکھ، درد اور غم جیسے نفسیاتی پہلوؤں کی بھرمار پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے مصطفیٰ زیدی کے کلام کے نمونے ملاحظہ کیجیے:

غم دوراں نے بھی سیکھے غم یاراں کے چلن
وہی سوچی ہوئی چالیں وہی بے ساختہ پن (۱۴)

اس وفا دشمن سے چھٹ جانے کے بعد   خود کو پا لینے کا کتنا غم رہا (۱۵)
ابھی امنگ میں تھوڑا سا خون باقی ہے   نچوڑ لے غم دنیا، نچوڑ لے غم دل (۱۶)
تیرے غموں سے ایک بڑا فائدہ ہوا   ہم نے سمیٹ لی دل مضطر میں کائنات (۱۷)

"شہر آذر" کے دیباچے میں مصطفی زیدی ان غموں اور دکھوں سے ہونے والی اذیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"لیکن یہ پورا رشتہ اپنی ذات پر مذکور نہیں یہ نفع و نقصان کی علامتوں میں نہیں سوچتا۔ البتہ جو سود و زیاں اس کے ماضی کے ساتھ وابستہ ہے اس سے ایک طرح کی اذیت ہوتی ہے"۔(۱۸)

ان کی نظم اور غزل دونوں میں یہ عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں اور ان سے جو منظر نامہ تشکیل پاتا ہے وہ انسانی زندگی میں محرومی اور مجبوری کے احساسات کو اجاگر کرتا ہے۔ اس منظر نامے کو وہ ہمارے سامنے علامت کے طور پر پیش کر کے عصری حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ مصطفی زیدی کی نظم "کردار" اس حوالے سے اہمیت کی حامل ہے:

خیال و خواب کی دنیا کے دل شکستہ دوست   تیری حیات میری زندگی کا خاکہ ہے
غم نگار و غم کائنات کے ہاتھوں   تیرے لبوں پہ خاموشی ہے مجھ کو سکتہ ہے (۱۹)

مصطفیٰ زیدی غم کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کبھی اسے معاشرے میں موجود منافقت سے تعبیر کرتے ہیں تو کبھی محبوب کی بے وفائی کو اس کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے کہ انہیں معاشرے میں موجود ہر شے بے معنی اور بے سود نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس معاشرے کو جس طرح دیکھنا چاہتے ہیں ویسا نظر نہیں آتا معاشرے سے اقتدار کا جنازہ اٹھتا دیکھ کر ان کا دل خون کے آنسو روتا ہے ایسے عالم میں شاعر کو اپنا ماضی بھی تڑپاتا ہے اور آج بھی۔

سچ تو یہ ہے کہ وہ غم بھی رہا شامل امروز   جس غم میں نہ تخلیق نا تعمیر نہ پرواز (۲۰)
نظر میں عصر جواں کی بغاوتوں کا غرور   جگر میں سوز روایات لے کے آیا ہوں (۲۱)

غم والم اور مایوسیوں نے انسان کو جستجو اور خود شناسی سے روکے رکھا جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی الجھنوں اور فکری پیچیدگیوں سے دوچار ہونے لگا، یوں اس کی ذات ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے لگی۔ مصطفی زیدی غمِ جاناں کو غمِ دوراں کے برابر سمجھتے ہیں ان کے خیال میں دونوں غم ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

درد دل بھی غم دوراں کے برابر سے اٹھا　　　آگ صحرا میں لگی اور دھواں گھر سے اٹھا　(۲۲)

خود اپنے شب و روز گزر جائیں گے لیکن　　　شامل ہے میرے غم میں تیری دربدری بھی　(۲۳)

مصطفیٰ زیدی کے غم کا یہ پہلو انہیں فیض احمد فیض کے قریب تر کر دیتا ہے۔ یہاں مصطفی زیدی تیغ الہ آبادی پر غالب نظر آتے ہیں، ان کا لہجہ جوش سے متاثر نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں غم کی مختلف صورتیں ہیں، انہی میں سے ایک ان کے بڑے بھائی کے بچھڑ جانے کا غم بھی شامل ہے، جس کا اظہار انہوں نے اپنی شاعری میں برملا کیا ہے۔ باپ جیسی شفقت کرنے والا بھائی جب اچانک ایک حادثے کا شکار ہو گیا تو مصطفی زیدی یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے اور غم سے نڈھال ہو گئے۔ "موج میری صدف صدف" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "یہ سانحہ میرے اور بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں جتنا انقلاب انگیز اور روح فرسا تھا اس کا اظہار میرے بس کی بات نہیں۔ یہ کتاب اسی مرحوم بھائی کے نام معنون ہے جس کی موت کا یقین نہیں آتا۔ اور جس کے بعد اپنی زندگی بے
>
> کار، بے معنی اور موت سے بدتر معلوم ہوتی ہے"۔　(۲۴)

مجتبیٰ زیدی کے غم میں لکھے گئے اشعار کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

تم کہاں رہتے ہو اے ہم سے بچھڑنے والو　　　ہم تمہیں ڈھونڈنے جائیں تو ملو گے کہ نہیں

ماں کی ویران نگاہوں کی طرف دیکھو گے؟　　　بھائی آواز اگر دے تو سنو گے کہ نہیں　(۲۵)

ہم نے اس زیست میں بس ایک نگین پایا تھا　　　کسی تربت میں وہی ایک نگیں چھوڑ دیا　(۲۶)

غم کی یہ مختلف صورتیں مصطفی زیدی کو تنہائی جیسے کرب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ جب معاشرتی ہم آہنگی نہ ہو تو پھر انسان صحرا نوردی کو پسند کرتا ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں نہ کوئی ہمدم ہو نہ ہمدرد نہ کوئی چارہ ساز تو انسان دشت کی طرف بھاگنا چاہتا ہے، تنہائی کی کیفیت کو بیان کرنے کے لیے شاعر کبھی شام تو کبھی دشت، کبھی جنگل تو کبھی صحرا کی علامتیں استعمال کرتا ہے۔ زیدی کی شاعری میں یہ علامات جابجا استعمال ہوئی ہیں۔ مصطفی زیدی کی تنہائی کی کچھ جڑیں ہجرت سے جڑی ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ایک امید ابھری کہ شاید غیر منصفانہ نظام کا خاتمہ ہو جائے مگر اعلیٰ بالا دست طبقے نے شب خون مار کر عام آدمی کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اس گھٹن کے ماحول میں مصطفی زیدی جیسے شاعر تنہائی کا شکار ہو گئے ان کی نہ صرف امیدیں ٹوٹ گئیں بلکہ ان کے اعلیٰ درجے

کی صلاحیتوں کی ناقدری بھی کی گئی۔ اس صورتحال میں تنہائی انہیں گوشہ عافیت نظر آئی "کوہ ندا" کے دیباچے میں وہ اپنی اسی تنہائی کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(Recognition) کے بغیر ہمیشہ شعر کہتے رہنا ناممکن ہے۔ میں نے کئی ایسے شعرا سے زیادہ اچھے شعر کہے ہیں جنہیں ناقدروں نے Recognize کیا ہے۔ یقیناً میری ذات یا میرے شعر یا دونوں میں سے کوئی ایسا عیب ہے جو اسے قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ پندرہ سال تک جھک مارنے کے بعد جب میں نے وزیر آغا کی نئی شاعری پر ایک دبیز کتاب دیکھی جس میں چھوٹے سے چھوٹے شاعر کا ذکر تھا لیکن میرا نام تک نہیں تھا تو میرا دل ٹوٹ گیا"(۲۷)

مصطفی زیدی کی شاعری میں تنہائی کے بارے میں لاتعداد اشعار ملتے ہیں۔ دلچسپ یہ بات یہ ہے کہ وہ کبھی زندگی میں تنہا نہیں رہے ان کے حلقہ احباب کا خیال ہے کہ وہ بنیادی طور پر خوش مزاج اور مجلسی آدمی تھے اور تنہائی پسند نہیں تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں تنہائی کے موضوع پر اشعار کیوں ملتے ہیں اور احساس تنہائی ان کے ہاں کیوں نظر آتا ہے، اس کا جواب مصطفی زیدی خود دیتے ہیں:

میری روح کی حقیقت میرے آنسوؤں سے پوچھ
میرا مجلسی تبسم میرا ترجمان نہیں ہے (۲۸)

مصطفی زیدی کے کلام سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ ہر انسان کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن وہ بظاہر ہنس مکھ آدمی تھے مگر اپنے اندر ایک طوفان برپا کیے ہوئے تھے جس کو انہوں نے شعروں کی سانچے میں ڈھال کر اس طوفان کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ چند اشعار مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

میرا اقرار ہے اور اب میری تنہائی ہے — میرے انکار پر بھی میرا امیں تھا کوئی (۲۹)

ہم انجمن میں سب کی طرف دیکھتے رہے — اپنی طرح سے کوئی اکیلا نہیں ملا (۳۰)

تجھ سے تو دل کے پاس ملاقات ہو گئی — میں خود کو ڈھونڈنے کے لیے دربدر گیا (۳۱)

مصطفی زیدی کی شاعری میں تنہائی کا نفسیاتی پہلو جان کر مولانا روم کے الفاظ یاد آ گئے کہ "چراغ لے کر تمام شہر میں پھرا کے کوئی انسان نظر آئے مگر نظر نہ آیا" بالکل ایسی ہی صورتحال ہمیں مصطفی زیدی کے ہاں بھی نظر آتی ہے کہ بظاہر تو ان کے ہاں محفل آرائی نظر آتی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے ان کی نظر میں صبح و شام یا دن رات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی بس ایک سلسلہ شام سحر ہوتا ہے۔

صبح کیا جانے کہاں ہوتی ہے کب ہوتی ہے　　جانے انسان نے کس وقت یہ نعمت پائی
میری قسمت میں بس ایک سلسلہ شام سحر　　میرے کمرے کے مقدر میں فقط تنہائی (۳۲)

مصطفی زیدی کے مجموعے "روشنی" کی نظم "انتہا" ان کی تنہائی کی خوبصورت مثال ہے:

ابھی ابھی میری تنہائیوں نے مجھ سے کہا　　کوئی سنبھال لے مجھ کو کوئی کہے مجھ سے
ابھی ابھی کہ میں یوں ڈھونڈتا تھا راہ فرار　　پتہ چلا کہ میرے اشک چھن گئے مجھ سے (۳۳)

مصطفی زیدی کی ابتدائی نظموں اور غزلوں میں رومانوی اور سیاسی رد عمل شدید نوعیت کے تھے شاید یہ جوش اور مجاز کے اثرات تھے۔ اس وقت اُن کی شاعری میں وہ ضبط اور ٹھہراؤ نہ تھا جو بعد کی شاعری میں ہے۔ مگر ایک بات ضرور ہے کہ وہ شروع ہی سے جھوٹی اخلاقیات کے باغی تھے اور کبھی کسی ناپسندیدہ صورتحال پر سمجھوتہ نہیں کیا اور یہی جوش و خروش آخر تک رہا۔ ان کی شاعری میں خاص کر غزلوں میں معاشرے کی ناقدری اور بے حسی محض شکوہ نہیں رہتا بلکہ احتجاج اور بغاوت کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ ایک ایسا شخص جس نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا ہو وہ اس دور قہر ساماں میں جہاں ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہو تنہائی، اجنبیت، بددلی اور یاد ماضی کے عذاب کی شدت سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے:

بہت قریب سے آتی ہے ہوائے دامن گل　　کے روئے بہاریں نے حال دل پوچھا
کہ اے فراق کی راتیں گزارنے والو　　خمارِ آخرِ شب کا مزاج کیسا تھا
تمہارے ساتھ رہے کون کون سے تارے　　سیاہ رات میں کس کس نے ساتھ چھوڑ دیا (۳۴)

مصطفی زیدی کی شاعری میں غم اور تنہائی کے نفسیاتی پس منظر کا ایک اہم پہلو یاد ماضی ہے جس سے وہ دامن نہ چھڑا سکے اور اسی نے انہیں تنہائی کی دلدلی میں دھکیل دیا۔ ان کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک حساس طبیعت کے انسان تھے۔

معاشرتی ناہمواریوں اور ناقدریوں نے انہیں نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا کر دیا جس کی جھلک ان کی شاعری میں بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ بظاہر وہ مجلسی آدمی تھے مگر اندر سے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے تھے۔ لاحاصل خواہشات انہیں بے چین کرتی تھیں، وہ اکثر محبوب کی بے وفائی کا گلہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی وطن کی محبت میں فرسودہ نظام کو کوستے ہیں تو کہیں زندگی کی تلخیوں کو محسوس کرتے ہیں۔ یہی تلخیاں ان کی شاعری میں سوز و گداز پیدا کرتی ہیں۔

عصر حاضر کے گوناگوں مسائل نے انہیں ذہنی الجھنوں میں مبتلا کر دیا اور روزمرہ زندگی کے تجربے نے ان کی شاعری میں ایسے جذبات پیدا کیے کہ قارئین کو اپنی آپ بیتی معلوم ہوتی ہے یوں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ

مصطفی زیدی کی شاعری آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ معاشرے میں پھیلی بد امنی، بے یقینی اور عدم توازن کی فضا اور اس سے پیدا ہونے والے انسانی مسائل اور مختلف ذہنی کیفیات ایسے تجربات تھے جنھوں نے مصطفی زیدی کو بہت متاثر کیا جس وجہ سے وہ ہمیشہ معاشرے سے عدم مطابقت کا شکار رہے یوں ان کے ہاں عدم تحفظ اور تنہائی کا احساس شدت اختیار کرتا گیا یہ تمام مسائل ایسے نفسیاتی مسائل ہیں جو ان کی شخصیت و کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جس نے اپنوں کو کھو دینے کا غم بھی برداشت کیا ہو اور معاشرتی ناقدری کا بھی سامنا کیا ہو وہ تنہائی میں ہی گوشہ عافیت تلاش کرتا ہے جس کی واضح مثالیں ان کی شاعری میں موجود ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1. سہیل احمد خان، ڈاکٹر، طرفین (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء) ص۔ 81
2. مصطفیٰ زیدی، روشنی (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔ 119
3. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔ 88
4. مصطفیٰ زیدی، گریباں (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔ 13
5. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، ص22
6. مصطفیٰ زیدی، گریباں، ص18
7. مصطفیٰ زیدی، گریباں، ص۔ 8
8. مصطفیٰ زیدی، کوہ ندا (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص18
9. مصطفیٰ زیدی، کوہ ندا ص۔ 15
10. مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص34
11. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص90

12. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، ص32

13. مصطفیٰ زیدی، گریباں، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔19

14. مصطفیٰ زیدی، گریباں، ص۔13

15. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔156

16. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، ص۔153

17. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، ص۔144

18. مصطفیٰ زیدی، دیباچہ، شہر آذر، ص۔12

19. مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔53

20. مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، ص۔65

21. مصطفیٰ زیدی، گریباں (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔40

22. مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص۔34

23. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، ص۔151

24. مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، ص۔5

25. مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، ص۔6

26. مصطفیٰ زیدی، کوہ ندا، ۲۰۱۱ء، ص۔10

27. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر ۲۰۱۱ء، ص۔160

28. مصطفیٰ زیدی، کوہ ندا، ص۔90

29. مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، ص۔48

30. مصطفیٰ زیدی، گریباں، ۲۰۱۱ء، ص۔18

31. مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، ص۔106

32. مصطفیٰ زیدی، روشنی، ۲۰۱۱ء، ص۔51

33. مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، ص۔54